محض لیلۃ القدر کی تلاش کافی نہیں جب تک قرآن کریم سے ایک دائمی، مستقل تعلق قائم نہ ہو۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 ؍فروری 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۝ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝

(الدخان: 1 تا 8)

فرمایا:

یہ سورۃ دخان کی پہلی آٹھ آیات ہیں جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے۔ ان کا تعلق ماہ رمضان میں آنے والی ایک رات سے ہے۔ رمضان کے آغاز میں میں نے جس آیت کی آپ کے سامنے تلاوت کی تھی اس میں سارے رمضان سے متعلق یہ فرمایا گیا تھا کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرۃ: 186)۔

رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کہ اس کے بارے میں قرآن اتارا گیا یا اس مہینے میں قرآن اتارا گیا هُدًى لِّلنَّاسِ ہدایت ہے لوگوں کے لئے وَبَيِّنٰتٍ اور کھلی کھلی آیات رکھنے والا روشن نشان رکھنے والا مِّنَ الْهُدٰى ایسی کھلی آیات جن کا ہدایت سے تعلق ہے، ایسے روشن نشان جن کا ہدایت سے تعلق ہے وَالْفُرْقَانِ اور ایسے عظیم دلائل رکھتا ہے جن

کوفرقان کہا جاتا ہے جو کھرے کھوٹے میں اس طرح تمیز کر دیتی ہیں جیسے دن چڑھ جائے تو اندھیرے اور روشنی میں تمیز ہو جاتی ہے۔تو الْفُرْقَانِ ہر اس غالب اور طاقتور دلیل کو کہتے ہیں جس کے بعد کسی ابہام کا کوئی سوال باقی نہ رہے۔ یہ رمضان کے تعلق میں جو قرآن اتارا گیا، قرآن کی تفصیل ہے کہ قرآن کیا کچھ کہتا ہے۔

یہ آیات جو میں نے آج تلاوت کی ہیں ان میں یہی باتیں جو سارے رمضان کے متعلق فرمائی گئیں ہیں ایک رات کے متعلق فرمائی جارہی ہیں گویا رمضان میں ایک رات ایسی آتی ہے جو سارے رمضان کا خلاصہ ہے۔ پس وہ لوگ جو یہ اصرار کرتے ہیں کہ قرآن کریم رمضان ہی میں اتارا گیا ہے اس آیت کو کہاں لے جائیں گے اور اس کا کیا معنی کریں گے کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ہم نے قرآن کو ایک رات لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ میں اتارا ہے تو لازماً اس کے وسیع تر معنے ہیں اور اسی سے استنباط ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے جو یہ فرمایا کہ دراصل اس رات سے مراد محض ایک رات نہیں بلکہ وہ اندھیری راتوں کا دور ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے زمانے میں بے حد گہری ہو چکی تھیں۔ظلمت نے ڈیرے ڈال دیئے تھے،نور کا کوئی نشان باقی نہیں رہا تھا اس رات میں یعنی زمانہ محمد مصطفی ﷺ میں قرآن کریم اتارا گیا۔تو پھر کسی ایک مہینے کی بات بھی نہیں رہتی اور کسی ایک رات کی بات بھی نہیں رہتی وہ سارا دور ہی لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا ایک عظیم دور بن جاتا ہے۔

جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ تفسیر پیش فرمائی تو بہت سے علماء نے آپ کے خلاف زبانیں درازکیں، بہت بے ہودہ تبصرے کئے کہ ساری امت تو سمجھتی ہے کہ ایک ہی رات مراد ہے اور آپ نے سارا زمانہ مراد لے لیا ہے۔تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کے جواب میں ان کو سمجھایا کہ تم کیوں قرآن کریم کے بطن کو محدود کرتے ہو۔امر واقعہ یہ ہے کہ ایک رات بھی تھی یا اب بھی آتی ہے جس رات میں خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا خاص نزول ہوتا ہے اس رات کی جستجو کا احادیث میں کثرت سے ذکر ملتا ہے۔فرمایا میں کب کہتا ہوں کہ کوئی ایسی رات نہیں آتی مگر قرآن کریم خود اس رات کی جو تفاصیل بیان فرما رہا ہے اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ دراصل زمانہ نبوی ہے اور اعلیٰ درجہ کے معنی اس کے یہی ہیں کہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ایک

زمانے کے اندھیروں کو ہمیشہ کی روشنی میں تبدیل کر دیا کیونکہ اس زمانے کے بعد جو صبح پھوٹی ہے پھر وہ دائمی صبح ہے۔ یہ معنے جو بہت ہی اعلیٰ ہیں اور قرآن سے ثابت ہیں ان کو کیوں چھوڑتے ہو۔

پس یہ جو آیت ہے جب یہ رمضان والی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے تو اس بات کو خوب کھول دیتی ہے کہ باوجود اس کے کہ رمضان والی آیت میں یہ فرمایا گیا تھا کہ اس مہینے میں قرآن اترا ہے اس آیت میں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے فرمایا اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ گویا اس کو ہم نے ایک ہی رات میں اتارا ہے۔ اب امر واقعہ یہ ہے کہ رمضان ہی میں قرآن نہیں اترا آنحضرت ﷺ کے تمام وسیع دور میں قرآن اترا ہے جو تئیس سال تک پھیلا ہوا ہے اور مسلسل اتر تا رہا ہے۔ اسی لئے مفسرین کو مشکل پیش آئی اور انہوں نے یہ ترجمہ کیا کہ مراد یہ ہے کہ قرآن کریم اترنا شروع ہوا ہوگا۔ پھر یہ بھی اس کا معنیٰ لیا گیا کہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کا جو دور ہوا کرتا تھا وہ ایک رات میں یا ایک مہینے میں مکمل ہوتا ہو۔ مگر اب تو قرآن فرما رہا ہے کہ ایک ہی رات میں اتارا گیا اور پھر دور سارے قرآن کا ہر سال کیسے مکمل ہوسکتا تھا جب کہ قرآن ابھی پورا اترا ہی نہیں تھا۔ قرآن کریم تو تئیس سال میں پھیلا ہوا ہے، تئیس سال تک اتر تا رہا ہے۔ اس سے پہلے جتنے رمضان آئے تھے ان کے متعلق لفظاً یہ کہا جا ہی نہیں سکتا کہ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ خواہ اس کی دہرائی ہو چکی ہو، اس کی دہرائی وہاں تک ہوتی تھی جہاں تک قرآن اُتر چکا تھا۔

پس درحقیقت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو عظیم معنی اس آیت کے سمجھے اور ہمارے سامنے پیش فرمائے اس نے بہت سے تفسیری اندھیروں کو دور کیا اور یہ معنیٰ بھی ایک قسم کی لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ کا منظر پیش کرتے ہیں جس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کا نزول ہوا اور اندھیرے روشنیوں میں تبدیل کئے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تفاسیر کے مقابل پر باقی پرانی باتیں تو واقعۃً یوں لگتا ہے جیسے روشنی کے پیچھے اندھیرا ہو۔ عظیم الشان تفاسیر ہیں جو نور کے سوتے پھوٹتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پس اس تعلق میں آج آپ کے سامنے کچھ باتیں رکھنا چاہتا ہوں۔ مگر سب سے پہلے جمعۃ الوداع کی بات کرتے ہیں کیونکہ اکثر لوگ تو جمعۃ الوداع ہی کا انتظار کرنے میں سال گزارتے ہیں اور مہینہ پھر گزارتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جمعۃ الوداع ہی ہے جس کے بارے میں قرآن اتارا گیا اور نہ قرآن میں جمعۃ الوداع کا ذکر ملتا ہے نہ

احادیث میں ملتا ہے کہ اس دن کوئی خاص برکتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہیں۔ سلامتی اور برکتیں یہ دولفظ ہیں دونوں کا تعلق لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ سے ہے۔

اور جمعۃ الوداع کے تعلق میں کہ اس جمعہ کا خیال کرو اس جمعے کا انتظار کرو، اس دن جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو، آخری جمعہ ہوگا اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ ساری اُمت محمدیہ میں، صلی اللّٰہ علیہ و آلہٖ وسلم، یہ بات رواج پا چکی ہے اور بڑے اہتمام کے ساتھ وہ لوگ بھی جنہوں نے سارا سال نماز نہ پڑھی ہو وہ جمعۃ الوداع کے دن اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ مسجدیں بھر کر اچھل پڑتی ہیں یعنی وہاں سے نمازی چھلک کر باہر نکل آتے ہیں۔ گلیوں میں تمبو تان لئے جاتے ہیں، بازار بند ہو جاتے ہیں اور ہر طرف ایک عظیم منظر دکھائی دیتا ہے عبادت کرنے والوں کا جو دیکھنے میں بہت اثر ڈالتا ہے لیکن جو دردناک پہلو ہے وہ یہ ہے کہ کہتے تو ہیں کہ خدا کی عبادت کے لئے ہم اکٹھے ہوئے ہیں اور خاص برکتیں حاصل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں مگر جمعۃ الوداع کو اس طرح وداع کہتے ہیں کہ جمعوں کو ہی وداع کہہ جاتے ہیں اور جمعوں سے بھی چھٹی، نمازوں سے بھی چھٹی اور اگلے جمعہ جا کر دیکھیں تو بازار ہی خالی نہیں مسجدیں بھی خالی ہو چکیں ہوتی ہیں اور حیرت ہوتی ہے وہ لوگ آئے کہاں سے تھے؟ گئے کہاں؟ جو شمع کا پروانہ ہونے کے دعویدار تھے۔ پروانے تو ہر رات میں جب شمع جلتی ہے پھر بھی آ جاتے ہیں۔ ان کا عشق تو اس سے ثابت ہے کہ وہ اپنی جان نچھاور کر دیتے ہیں۔ جل جاتے ہیں مگر ان کی محبت کی شمع نہیں جلتی۔ وہ ہمیشہ روشن رہی ہے ہمیشہ روشن رہے گی۔ تو یہ کیسی محبت ہے رمضان سے اور جمعۃ الوداع سے کہ آئے اور پھر اس طرح چلے گئے جیسے کبھی کوئی تعلق ہی قائم نہیں ہوا تھا۔ پس یہ ایک جذباتی بات ہے دیکھنے میں بہت ہی اثر پذیر منظر ہے کہ دیکھو کتنا عظیم جمعہ آیا ہے سارے بازار بھر گئے گلیاں بھر گئیں لیکن بعد کے آنے والے جمعہ کا بھی تو خیال کرو جب مسجدیں بھی خالی ہو چکی ہوں گی۔ وہی چند نمازی جو پہلے آیا کرتے تھے وہی آئیں گے شاید ان میں بھی کمی آ جائے کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ ایک مہینہ خوب محنت کی ہے اب چند جمعہ آرام بھی تو کر لیں۔ قرآن کریم جو منظر پیش کرتا ہے اس کے پیش نظر جیسا کہ میں نے بیان کیا اول تو جمعہ کا ذکر نہیں ہے، ذکر ہے تو رات کا ہے یا ذکر ہے تو سارے رمضان کا ہے اور سارے رمضان میں قرآن کریم جو خصوصیت سے اتارا گیا اس کا وہ معنی بھی درست ہے جو عموماً مفسرین کرتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اس کی تردید نہیں کرتا وہ بھی ایک حد تک چسپاں ہوتا ہے۔مگر عظیم تر معنے جو ہے اس کو کیوں چھوڑتے ہو۔ رمضان کے مہینے میں قرآن کریم جستہ جستہ اتارا گیا ہے اور جتنا بھی اتارا گیا ہے اس کی دہرائی بھی ہوتی رہی۔ جبرائیلؑ خصوصیت کے ساتھ نازل ہوتے رہے۔مگر جو بنیادی اور مرکزی معنی ہے وہ یہی ہے کہ قرآن کریم رمضان کے مہینے میں جو برکتیں ہیں جس میں تمام عبادتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں ان کے متعلق اتارا گیا ہے۔ یہ سمجھانے کے لئے کہ اس مہینے کی برکتیں ایسی ہیں جن کو حاصل کرو، ورنہ قرآن کے فیض سے محروم رہ جاؤ گے۔ اگر قرآن اس مہینے کی برکتوں کے متعلق اتارا گیا ہے تو پھر ان برکتوں سے جب محروم ہوگے تو پھر قرآن کے فیض سے محروم رہو گے۔

مگر اس آیت میں جو بات پیش کی گئی ہے اس میں ایک اور بہت ہی عظیم اشارہ بھی ملتا ہے۔ فرمایا اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ (الدخان:4)

کہ دیکھو ہم نے اس قرآن کو لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کے متعلق اتارا ہے یا ایک لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ میں اتارا ہے اور یہ جو برکت ہے اس کے ساتھ انذار بھی داخل ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِیْنَ یاد رکھنا یہ برکتوں والی رات ہے جس میں قرآن اتارا گیا ہے یا جس کے متعلق اتارا گیا ہے مگر ہم متنبہ کرتے ہیں کہ بہت ہی انذار کا پہلو بھی داخل ہے اس برکت کی خوشخبری کے ساتھ اور وہ یہ ہے فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔ یہ وہ رات ہے جس میں تمام حکمت کی باتوں میں فرق کر کے دکھایا جائے گا اور کھول کھول کر پیش کی جائے گی۔ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے یہ ایک فیصلہ شدہ تقدیر ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ یقیناً ہم ہی ہیں جو ہمیشہ مرسلوں کو بھیجا کرتے ہیں رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یہ تیرے رب کی طرف سے رحمت ہے اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ یقیناً وہ بہت سننے والا اور بہت جاننے والا ہے۔ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وہ آسمانوں کا رب بھی ہے اور زمین کا بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ کاش تم ایمان لے آتے تم ایمان لانے والے کیوں نہیں بنتے؟

یہاں جو اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِیْنَ ہے اس آیت کے اس ٹکڑے نے دراصل وہی بات پیش فرمائی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لَیْلَةُ الْقَدْرِ کے تعلق میں بیان فرمائی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ لَیْلَةُ الْقَدْرِ کا تم زمانہ اتنا محدود کرتے

ہو کہ رمضان کی ایک رات ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ زمانہ نہ صرف یہ کہ آنحضرت ﷺ کا تمام زمانہ ہے بلکہ ہر نبی کا زمانہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ہوا کرتا ہے کیونکہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ہی ہے جس میں نبوت کا ظہور ہوتا ہے۔ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ہی ہے جس کو روشنی میں تبدیل کرنے کے لئے آسمان سے نور اترتا ہے۔ فرمایا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ہی میں تمام انبیاءؑ بھیجے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ جو آیت ہے یہ اس بات کو کھول رہی ہے اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ہماری طرف سے ایک تقدیر ہے اِنَّا کُنَّا مُرۡسِلِیۡنَ کہ ہم ہمیشہ مرسل بھیجا کرتے ہیں اور جو مرسل بھیجتے ہیں ان کا اسی لَیۡلَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ سے تعلق ہے اور جو مرسل بھیجے جاتے ہیں۔ فرمایا مُرۡسِلِیۡنَ ان کے متعلق یاد رکھیں کہ وہ نذیر بھی ہیں اور بشیر بھی ہیں۔ ڈرانے والے بھی ہیں اور خوشخبریاں دینے والے بھی ہیں۔ پس مبارک لفظ کے ساتھ منذر کہہ دینا صاف بتاتا ہے کہ یہ دو پہلو ہیں جن کا اس رات سے تعلق ہے۔

اور ایک اور پہلو جو اس آیت سے نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ فرمایا قرآن کریم اس رات کے متعلق اتارا گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اس رات کے تمام مضامین قرآن کریم میں موجود ہیں۔ یہ ایک بہت اہم پہلو ہے رات تو آکے گزر جاتی ہے قرآن تو نہیں گزر جاتا، قرآن تو ہمیشہ ہمارے سامنے رہتا ہے۔ پس یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ تم ایک رات میں برکتیں ڈھونڈ نہیں سکتے جب تک ان برکتوں سے دائمی تعلق نہ قائم کرلو جو تمام تر قرآن میں موجود ہیں۔ اس لئے ایک رات اٹھ کر شور مچا دو اور یہ سمجھو کہ تم نے جو کچھ مانگا تھا سب کچھ مل گیا اور اب مزید تمہیں کوئی حاجت نہیں رہی اگلے سال پھر مانگنے آجاؤ گے۔ یہ ایک بالکل غلط تصور ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، قرآن کریم میں جو باتیں ہیں وہ ساری اس رات کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ گویا اس رات کے ساتھ جتنی برکتیں ہیں وہ قرآن میں موجود ہیں۔ رات گزر جائے گی مگر قرآن تو تمہارا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ اگر اس سے دائمی تعلق رکھتے ہو تو رات کی برکتیں بھی ملیں گی۔ اگر اس سے تعلق نہیں ہے تو رات کی برکتوں سے بھی محروم رہو گے کیونکہ یہاں قرآن کو لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ سے کاٹا جا ہی نہیں سکتا۔ نہ قرآن کریم کو رمضان مبارک سے کاٹا جاسکتا ہے، نہ قرآن کریم کو لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ سے کاٹا جاسکتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن سے تم کاٹے جاؤ اور رمضان نصیب ہو جائے۔ اس لئے محض لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کی تلاش کافی نہیں ہے جب تک قرآن کریم سے ایک دائمی مستقل تعلق قائم نہ ہو اور قرآن کریم کے مضامین پر غور نہ کرو۔

ایک اور بات اس میں جو قابل توجہ ہے۔ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ اس رات میں ہر اہم اور حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے وہ فیصلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تقدیروں کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ ایک تو ایسے معاملات ہیں جن کا تعلق زمانے کی تقدیر سے ہے اور ہر زمانے میں ایک لَيْلَةُ الْقَدْرِ جب آتی ہے یعنی وہ دور جس میں خدا تعالیٰ مرسل بھیجتا ہے وہ دور جس میں خدا تعالیٰ غیر معمولی طور پر بشیر اور نذیر بنا کر اپنے نمائندے بھیجا کرتا ہے اس دور میں تقدیروں کے فیصلے ہوتے ہیں۔ قوموں کی تقدیریں بنائی جاتی ہیں اور جو بدنصیب ہوں ان کی بگڑی ہوئی تقدیر کے فیصلے کھول دیئے جاتے ہیں لیکن ایک اور بات بھی اس میں ہے وہ ہے انفرادی فیصلے، ہر انسان کی تقدیر کا فیصلہ اس رات میں کیا جاتا ہے اور وہ ایسا فیصلہ ہے جس کا آپ کو علم ہوسکتا ہے۔ وہ جو عظیم فیصلے ہیں ان کے متعلق تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں پتا نہیں وہ کیا فیصلے ہوئے ہیں۔ کون سی قومیں بچیں گی، کون سی زندہ رکھی جائیں گی اور باقی رکھی جائیں گی۔ کون سی قوموں کی صف لپیٹ دی جائے گی اور وہ ہمیشہ کے لئے ماضی میں دفن ہو جائیں گی۔ یہ سب اہم فیصلے جو ہوتے ہیں اور ہوتے چلے آئے ہیں۔ مگر ہر ذات سے بھی تو کچھ فیصلے متعلق ہوا کرتے ہیں۔ ہر فرد بشر سے بھی تو کچھ فیصلے متعلق ہوتے ہیں۔ وہ بھی اسی رات میں کئے جاتے یں اور ان کا علم ہر انسان کو ہوسکتا ہے اور ہونا چاہئے کیونکہ جب وہ خدا کے حضور پیش ہوتا ہے تو اس کے متعلق کیا فیصلے ہوئے ہیں اس کا اس کو پتا نہ لگے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا اور پہچان کیا ہے؟ کس طرح پتا چلے گا کہ اس کے متعلق اچھے فیصلے ہوئے ہیں، برکتوں والے فیصلے ہوئے ہیں، انذار والے فیصلے نہیں ہوئے۔ وہ اس طرح پتا چلتا ہے کہ انسان جب لَيْلَةُ الْقَدْرِ کی تلاش میں راتیں گزارتا ہے تو کچھ اسے خود فیصلے کرنے پڑتے ہیں جن فیصلوں کی اس کو توفیق ملے۔ جو نیکی پر قائم ہونے کے فیصلے ہیں اور گناہوں کو چھوڑنے کے فیصلے ہیں وہی فیصلے ہیں جو آسمان پر اس کے متعلق ہوتے ہیں اور خدا ان کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ پس اگر آپ اپنے دل میں کوئی ایسے فیصلے نہ کریں جو آپ کو ایک نئی زندگی عطا کرنے والے فیصلے ہوں، جزوی طور پر بھی آپ کو یہ توفیق نہ ملے کہ بعض بدیوں کو ہمیشہ کے لئے ترک کرنے کا ایک عزم کرلیں اور فیصلہ کریں کہ ہم کبھی اب اس بدی کے قریب تک نہیں پھٹکیں گے اور بعض نیکیاں اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیں اور کہیں کہ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ آئندہ ہمیشہ اس نیکی کو مقدم رکھیں گے تو یقین جانیں کہ وہی فیصلے ہیں جو لَيْلَةُ الْقَدْرِ میں

آپ کی ذات کے متعلق آسمان سے ہوں گے کیونکہ یہ قبولیت کی رات ہے۔

ہر نیکی میں آسمان سے مددگار اترتے ہیں مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ (القدر: 5 تا 6) ہر بات میں سلامتی ہوتی ہے۔ مگر انسان کی اپنی تقدیر کے فیصلے کا اس کی اپنی ذات کے ریزولیوشن سے، اس کے اپنی ذات میں کئے ہوئے عہدوں سے ایک گہرا تعلق ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد: 12)

اب فیصلہ تو اللہ نے کیا ہے اور یہاں بھی یہی فرمایا گیا ہے يُفْرَقُ فیصلے کئے جائیں گے كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ہر فیصلہ جو کیا جائے گا وہ امر حکیم ہوگا یعنی حکمت کے ساتھ فیصلے ہوں گے۔ یونہی اندھا دھند فیصلے نہیں ہیں کہ جس طرح بعض دفعہ بڑے لوگ بیٹھ جاتے ہیں کہ چلو جی یہ اس کو دے دو اور فلاں اس کو دے دو ان کو پتا ہی کچھ نہیں ہوتا کہ جس کے حق میں فیصلے کر رہے ہیں وہ اس لائق بھی ہے یا نہیں۔ تو قرآن کریم فرما رہا ہے کہ اللہ اس رات جو فیصلے کرتا ہے وہ تمام فیصلے حکمت پر مبنی ہوتے ہیں اور انسانی فیصلوں کا جہاں تک تعلق ہے وہ پہلے ہوتے ہیں ان کے مطابق پھر ان کی سچائی پر نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ آسمان سے ایک فیصلہ صادر فرماتا ہے۔

اس کی تائید میں یہ دلیل ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت بدلتا نہیں جب تک پہلے وہ خود اپنی حالت نہ بدل لے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اس نے اپنی حالت بدل لی ہے تو اللہ پھر کیسے بدلے گا۔ وہ تو بدلی گئی، تبدیل ہوگئی، غور کی بات ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں خدا ان کی حالت نہیں بدلتا مگر یہ جو ترجمہ ہے یہ درست نہیں۔ ترجمہ ہے مَا بِاَنْفُسِهِمْ جب تک وہ اپنے دل کی اندرونی نیتوں کو تبدیل نہ کریں، وہ اپنے دلوں میں کچھ فیصلے نہ کریں، اس وقت تک ان کی حالت تبدیل نہیں ہوسکتی۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ انسان خواہ کیسے ہی اچھے فیصلے کرے محض اپنے فیصلوں سے توفیق نہیں پاسکتا کہ ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل کر لے جن کی خاطر فیصلے کئے ہیں۔ فیصلوں کے پورا ہونے کی توفیق آسمان سے اترتی ہے۔ پس اَنْفُسِهِمْ نے ہمیں بتایا کہ دراصل قوم اپنی حالت تبدیل نہیں کیا کرتی حالت تبدیل کرنے کے ارادے باندھا کرتی ہے، حالت تبدیل کرنے کی تمنائیں دلوں میں پیدا ہوتی ہیں اور

چونکہ اخلاص کے ساتھ ایسا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جب جان لیتا ہے کہ واقعۃً ان کے دلوں میں پاک ارادے ہیں، یہ چاہتے ہیں کہ بدیوں سے چھٹکارا حاصل کر لیں چاہتے ہیں کہ بدیوں سے رہائی حاصل کر کے خدا تعالیٰ کی اطاعت کی آزادی کے دور میں داخل ہو جائیں تب آسمان سے تقدیر اترتی ہے۔ یہ ہے یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ہر بات کا فیصلہ ہوتا ہے مگر فیصلہ حکمت والا ہوتا ہے حکمت سے عاری نہیں ہوتا۔

پس اب سوال یہ ہے کہ یہ جو راتیں لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کی راتیں کہلاتی ہیں، جمع کا صیغہ میں اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ کوئی پتا نہیں کہ کون سی رات وہ رات ہے، ان راتوں میں ہمارے حق میں، انفرادی طور پر ہم سب کے حق میں کون کون سے فیصلے ہوں گے، اگر بغیر فیصلوں کے گزر گئے تو جیسے تھے ویسے ہی رہے اور بڑی محرومی ہے کہ کسی عظیم دربار میں آپ پہنچیں اور اپنے خالی دامن کو پیش کر کے اس سے کچھ مانگیں اور کچھ بھی نہ ملے۔ ساری رات چلاتے رہیں مگر کشکول خالی کا خالی رہے اور اس میں کچھ بھی نہ اترے۔ جو اترنا ہے اس کے لئے یہ شرطیں ہیں جو میں آپ کے سامنے قرآن کے حوالے سے رکھ رہا ہوں کہ آپ کو اس رات میں درحقیقت کچھ فیصلے کرنے چاہئیں کیونکہ اس کی برکتیں بارش کی طرح خود بخود نہیں اترتیں۔ ان برکتوں کے مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے اللہ فرماتا ہے کہ ان برکتوں کا تعلق کچھ فیصلوں سے ہے اور وہ تقدیر خیر و شر کے فیصلے ہیں۔ ان فیصلوں کا تعلق تمہاری اپنی ذات سے ہے۔ تمام تر اپنے نفوس میں پاک تبدیلیاں لے کر اس رات حاضر ہو گے تو یاد رکھو کہ تمہارے حق میں آسمان سے ویسی ہی تقدیریں جاری کی جائیں گی۔ اگر تم خالی خولی لفظوں کے تحفے لے کر آؤ گے تو خالم خولی لفظ تمہارے اوپر لوٹا دیئے جائیں گے جیسے خالی وہ گئے تھے خدا کے حضور ویسے ہی خالی اتر آئیں گے۔

تو دراصل لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ہے جس کا مضمون رمضان میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ پس جہاں تک زمانے کا تعلق ہے میں پچھلی دفعہ، پچھلے رمضان میں اس پر روشنی ڈال چکا ہوں۔ اب میں انفرادی پہلو کو نمایاں کر کے آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمانۂ خیر و شر کی بات کی ہے پورے زمانہ نبوی کو ایک لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ قرار دیا ہے وہاں یہ بھی فرمایا کہ ایک رات واقعۃً بھی ایسی آتی ہے جو ساری زندگی سنوار دیتی ہے یا اگر

محرومی ہو تو ساری زندگی کی محرومیاں چھوڑ کے چلی جاتی ہے۔اسی لئے فرمایا کہ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ وہ رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ہزار مہینے تقریباً اسّی (80) سال بنتے ہیں۔انسان کی عمر بھی اسّی (80) سال کے لگ بھگ شمار کی جاتی ہے۔یعنی غریب قوموں میں تو اگر چہ زندگی کی اوسط کم ہوگئی ہے مگر احقاب کا لفظ جو عربی میں آتا ہے وہ اسّی (80) سال کا ہی ہے اور قرآن کریم نے بھی ایک صحتمند آدمی کی اوسط عمر اسّی (80) سال ہی مقرر فرمائی ہے۔ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسّی (80) سال سے اوپر کچھ مہینے۔تو اب یہ دیکھ لیجئے کہ ایک رات ایسی آتی ہے جو ساری زندگی کی راتوں سے، ساری زندگی کے دنوں سے، ہر ہر لمحے سے برکتوں میں بڑھ جاتی ہے اور بڑی فضیلت والی رات ہے جو ساری زندگی پر بھاری ہے۔ایک طرف یہ رات اور دوسری طرف باقی ساری راتیں، سارے دن، تمام لمحات، جن کو وہ راتیں اور دن سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔اس رات کی تلاش بھی ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہاں اسّی (80) مہینوں والی رات سے مراد واقعۃً ایک ایسی رات ہے جو قبولیت کی رات ہے۔آنحضرت ﷺ نے اس رات کا تعلق بخشش سے باندھا ہے اور سب سے بڑی برکت یہ بیان فرمائی ہے کہ پچھلے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں اور اس بخشش کا تعلق سچی توبہ سے ہے۔پس وہ رات جو توبہ کی رات ہے وہ نصیب ہو جائے یہ مراد ہے۔ایسی رات جس میں انسان اپنے ماضی پر نگاہ ڈال کر اپنی کمزوریوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھے اور ایک ایک کر کے ان کو رد کرتا چلا جائے اور ایک ایک کے تعلق میں خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجائے اوران سے دور ہٹنے کا فیصلہ کرلے۔یہ جو اپنی زندگی کا تفصیلی جائزہ ہے یہ وہ جائزہ ہے جو اس رات کو آپ کے لئے برکتوں سے بھر سکتا ہے۔ورنہ چند باتیں آپ مانگ کر آجائیں کہ ہمیں دولت مل جائے، زمین مل جائے، مقدموں کے فیصلے ہو جائیں اولاد نہیں ہو رہی اولاد عطا ہو جائے تو اس سے ان دعاؤں کے قبول ہونے یا نہ ہونے سے آپ کی زندگی کی برکتوں کا اصل میں کوئی تعلق نہیں ہے۔وہ زندگی کی برکتیں اس فیصلے سے تعلق رکھتی ہیں کہ تم خدا کے ہوگئے ہو،اس فیصلے سے تعلق رکھتی ہیں کہ اب یہ برکتیں زندگی بھر تمہیں کبھی نہیں چھوڑیں گی اور ہمیشہ کے لئے تمہارے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔وہ پاک تبدیلی کیا ہے هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ کہ تمہارے اندر سے

ایک صبح پھوٹ پڑے گی اور جب صبح پھوٹ پڑے گی تو رات کے سارے اندھیرے ماضی بن گئے وہ خوابوں کی باتیں ہو گئیں اور صبح جب پھوٹتی ہے تو پھر اندھیروں کا کوئی حصہ باقی نہیں رہتا وہ زمانہ گزر جاتا ہے۔ پس اسی لئے میں نے کہا کہ دائمی ہے۔ یہ فرشتے اترتے ہیں اور جب اندھیری رات صبح میں تبدیل ہو جاتی ہے پھر ہمیشہ انسان اسی نور میں رہتا ہے، اسی نور میں زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے خدا کے حضور حاضر ہوتا ہے۔ اس پہلو سے اس رات کی تلاش کرنی چاہئے جو انفرادی رات ہے۔

اس تعلق میں احادیث کا مطالعہ کریں تو آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ آپؐ خصوصیت سے اس رات کی تلاش آخری دس راتوں میں کیا کرتے تھے اور بہت ہی غیر معمولی انہماک سے نیکیاں بڑھا دیا کرتے تھے۔ جب پہلی دفعہ میں نے اس حدیث کو پڑھا تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں جو لمحہ خدا کے لئے وقف تھا نیکیاں بڑھانے کی گنجائش کہاں تھی کیونکہ وہ حد استطاعت تک پہنچی ہوئی تھیں۔ مگر پھر مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ ہر لمحے کے اندر بھی اپنی ایک شان ہوا کرتی ہے اور روح پگھل کر ہر لمحے کو ایک نئی شان بھی عطا کر سکتی ہے۔ پس آنحضرت ﷺ ان معنوں میں تو نیکیاں نہیں بڑھا سکتے تھے کہ بعض لمحے جو نیکیوں سے عاری تھے، خالی تھے، ان میں بھی نیکیاں بھر دیں کیونکہ آپؐ کا تو لمحہ لمحہ مجسم نیکی تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی عبادت میں، اس کے حضور گریہ وزاری میں ایک ایک لمحے کو ایک نیا نور عطا کرنے کے لئے آپؐ جو محنت فرمایا کرتے تھے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی کمر کس لیا کرتے تھے اور راتوں کو خود بھی جاگتے تھے اور گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔ کہتے اٹھو اٹھو یہ سونے کے دن نہیں ہیں جاگو تا کہ تمہاری زندگی دن میں تبدیل ہو جائے۔ یہ بخاری کتاب فضل لیلة القدر سے حدیث لی گئی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب فضل لیلة القدر باب العمل فی العشر الأواخر من رمضان)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے ایک دفعہ پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ **لیلة القدر** ہے تو اس میں کیا دعا مانگوں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا تم یوں دعا کرنا:

''اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی''

(سنسن ابن ماجه كتاب الدعاء، باب الدعا بالعفوو العافية)

کہ اے میرے اللہ تو بہت بخشش کرنے والا ہے **تحب العفو** تُو تو بخشش سے محبت کرتا ہے **فاعف عنی** پس مجھ سے بخشش کا سلوک فرما۔ اب یہ دیکھنے کی بات ہے بڑی اہم بات ہے کہ کوئی مثبت چیز مانگنے کی نصیحت نہیں فرمائی گئی۔ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک منفی دائرے کی دعا ہے کہ جو پہلے گناہ تھے وہ مٹ جائیں اور پہلے گناہوں سے خدا تعالیٰ ہمیں بخشش عطا فرمائے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ اس کے بعد کیا مانگو۔ امر واقعہ یہ ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا مضمون ہی اس بات سے تعلق رکھتا ہے کہ اگر بخشش ہوئی تو صبح ہوگئی اور جو صبح ہے وہ پھر ایک مثبت دائمی رہنے والی حالت کا نام ہے جو پھر کبھی رات میں تبدیل نہیں ہوگی یعنی انسان کی باقی تمام زندگی اس صبح کی حالت میں کٹے گی۔ تو استغفار کا مضمون سکھایا ہے۔

فرمایا ہے اگر تمہیں یقین ہو جائے کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ہے تو پھر بخشش ہی کی دعا کرنا یہی تمہارے لئے بہت کافی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے پچھلی زندگی کے سارے گناہ باطل کر دے اور ان پر بخشش کی اور رحمت کی چادر ڈال دے تو پھر تم امن میں آگئے ہو تمہیں اس کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ پس سب سے پہلے تو اس دعا پر زور دینا چاہئے کہ اے خدا تُو عفو ہے بہت ہی بخشش کرنے والا ہے، بخشش سے محبت کرتا ہے ہم سے بھی یہ سلوک فرما اور بخشش کی طلب کے لئے جو پہلے فیصلہ ہونا ضروری ہے اس کا اسی مضمون سے تعلق ہے جو میں بیان کر چکا ہوں کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ یہ ناممکن ہے کہ آپ بخشش کے لئے دعا مانگیں اور گناہوں پر اصرار کا عزم ساتھ ساتھ جاری رہے۔ یہ ناممکن ہے کہ دل کی گہرائی سے آپ یہ چاہیں کہ اے خدا میرے گناہ بخش دے اور فیصلہ کریں کہ تو بخش دے میں نے پھر بھی کرنے ہیں اور نہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ یہ جو ایک منفی پہلو ہے وہ دل میں موجود رہتا ہے خواہ انسان باشعور طور پر اسے سمجھے نہ سمجھے اور اکثر لوگ بخشش کی دعا اس فیصلے کے بغیر مانگتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کیا کیا برائیاں ان کے اندر ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ سارا سال انہوں نے کیا کیا گناہ کئے، کس کس قسم کی غلطیوں میں مبتلا ہوئے۔ سب کچھ سمجھنے کے باوجود وہ خالی بخشش مانگتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو باز نہیں آنا ہم تو نافرمانی پر قائم رہیں گے۔ اس لئے تیرا کام ہے تو بخش، تو بخشتا

چلا جائے۔ یہ جذباتی باتیں ہیں ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ایسے لوگوں کی بخشش اگر ہوئی ہے تو رمضان کے بعد کی زندگی بتائے گی کہ بخشش ہوئی تھی کہ نہیں۔اگر خدا نے بخشا ہے تو ان کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا ہوجانا چاہئے اور رمضان کے بعد کی حالت رمضان کی ایک رات پر گواہی دینے والی بنے گی۔

اگر باقی سب زندگی خواہ اسّی (80) برس کی بھی ہو یعنی باشعور آدمی جب دعا مانگتا ہے تو اس کے بعد اسّی (80) سال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اسّی (80) سال کے اندر مر جائے گا ہوسکتا ہے اس کو اسّی (80) سال اور نصیب ہوں۔اسّی (80) سال بھی زندگی رہے تب بھی پرانی حالت واپس نہ آئے تب وہ ایک رات باقی زندگی پر بھاری ہوگی ورنہ نہیں ہوسکتی۔کیسے ممکن ہے کہ ایک رات بھاری تو ہو مگر آنے والی زندگی میں کچھ بھی تبدیل نہ کر سکے۔پس لَيْلَةُ الْقَدْرِ کے مفہوم کو سمجھیں۔یہ ایک بہت ہی گہری حقیقت ہے کہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ کی مقبولیت کے نتیجہ میں آپ کی زندگی میں ایسا انقلاب برپا ہوسکتا ہے کہ ساری زندگی اُس کا لمحہ لمحہ کی برکتیں پا جائے اور اُس کا لمحہ لمحہ اِس رات کے نور سے منور ہوجائے۔یہ مقصد حقیقی بخشش کی طلب کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔اگر فرضی بخشش کی باتیں ہیں تو وقتی طور پر ہوسکتا ہے آپ اپنے بعض جرائم کی سزا سے بچ بھی جائیں۔کوئی آدمی بددیانتی کرتا ہے اور ساری رات لَيْلَةُ الْقَدْرِ میں روتا ہے کہ اے اللہ میں پکڑا نہ جاؤں، مقدمہ چل رہا ہے میرے حق میں فیصلہ ہوجائے۔یہ بعید نہیں کہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ مضطر کی دعا قبول فرما لیتا ہے۔یہ جانتے ہوئے بھی قبول فرمالیتا ہے کہ اس نے پھر دوبارہ یہ حرکت کرنی ہے۔مگر اس کی زندگی میں تبدیلی نہیں پیدا کرتا۔تبدیلی کا مضمون اور ہے وہ لَا يُغَيِّرُ والی آیت سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ مشرک کے متعلق بھی فرمایا کہ اگر وہ سیلاب میں اور طوفانوں میں گھر کر موت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ لے اور پھر دعا کرے کہ اے خدا مجھے بچالے تو اللہ تعالیٰ پھر بھی بچالیتا ہے لیکن جب وہ خشکی کی طرف لوٹتا ہے تو خدا کی طرف نہیں لوٹتا، اپنے شرک کی طرف لوٹتا ہے۔تو باوجود علم کے محض کسی وقتی سزا سے خدا کا بچا دینا یہ اس کی عظیم مغفرت کے نتیجہ میں تو ہے مگر اس کے نتیجے میں جس کے ساتھ یہ سلوک ہو اس کی زندگی تبدیل نہیں ہوتی۔زندگی تبدیل ہونے کے اور راز ہیں جن سے لَيْلَةُ الْقَدْرِ والی آیات پردہ اٹھارہی ہیں اور جن سے لَا يُغَيِّرُ والی آیت جو میں نے بیان کی

وہ پردہ اٹھا رہی ہے۔تم اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کرو جو واقعۃً تمہاری زندگی تبدیل کر دینے والی ہو تو یاد رکھو تمہارے حق ، میں آسمان سے یہ تقدیر نازل ہو گی کہ تم نے دیانت داری سے فیصلہ کیا ہے توفیق تمہیں نہیں مل رہی خدا توفیق عطا فرمائے گا۔واقعۃً تمہارے ارادوں کو عملی طور پر تمہاری زندگی میں رائج ہونے ،ثابت ہونے ،اطلاق پانے کی توفیق بخشے گا اور لَيْلَةُ الْقَدْرِ کی بخشش اس کے بعد ایک نیا آدمی پیدا کرتی ہے۔ویسا آدمی پیدا کرتی ہے جیسا کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ جس کی بخشش ہو جائے وہ پھر وہ تو نہیں رہتا جو پہلے تھا۔فرمایا وہ تو ایسا ہوتا ہے جیسے ماں نے ابھی جنا ہے۔ایک نوزائیدہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے جو کوئی داغ لے کے نہیں آیا بلکہ ایک فطرت سلیمہ، پاک اور نیک فطرت اور نیک مزاج لے کر پیدا ہوا ہے۔تو آپ یہ کہہ دیں کہ عفو ہو گیا، رات نصیب ہو گئی اور باقی زندگی اسی طرح پہلے کی طرح ہو تو یہ ایک جھوٹ ہے جس میں آپ زندگی بسر کر رہے ہوں گے۔خوش فہمیاں ہیں اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

پس یاد رکھیں کہ آنحضرتﷺ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ یہ دعا کرنا تو اس سے مراد عفو کے عام معنی نہیں بلکہ وہ عفو مراد ہے جس کی تشریح خود رسول اللہﷺ فرما رہے ہیں کہ عفو ہو گی تو نئی زندگی پاؤ گی۔عفو خدا کی طرف سے نصیب ہو گی تو گویا تم نئی پیدا ہوئی ہو،تم پہ کوئی داغ باقی نہیں رہے گا،ایک خلق آخر بن کر تم دنیا میں ظاہر ہو گی۔یہی مضمون ہے جو ہر طلب کرنے والے کے لئے ہے۔جو راتیں باقی ہیں اگر لَيْلَةُ الْقَدْرِ ان میں ہے تو پھر اس توجہ سے اس دعا کو مانگیں اور اس کے معانی کو سمجھتے ہوئے اس دعا کو مانگیں۔بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر میں ایک اور روایت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ کے کچھ صحابہؓ کو لَيْلَةُ الْقَدْرِ خواب میں رمضان کے آخری سات دنوں میں دکھائی گئی۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے خواب رمضان کے آخری ہفتے پر متفق ہیں اس لئے جو شخص لَيْلَةُ الْقَدْرِ کی تلاش کرنا چاہے وہ رمضان کے آخری ہفتے میں کرے۔

(صحیح بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب التماس لیلۃ القدر فی السبع الأواخر)

یہاں ہفتے سے مراد سات دن ہیں۔آخری سات راتوں میں اور آخری دس راتوں کی محنت اپنی جگہ لیکن لَيْلَةُ الْقَدْرِ کو آخری سات راتوں میں مخصوص کرنا آنحضرتﷺ کی اپنی رؤیا

سے تعلق نہیں رکھتا تھا بلکہ صحابہؓ کی ایسی رؤیا سے تعلق رکھتا تھا جن کا اتفاق ہو گیا اور یہ ایسا مضمون ہے جو ہمیشہ کے لئے اسی طرح جاری ہے۔ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی فضل نازل ہونا ہو تو اکثر لوگوں کو جو رؤیا دکھائی جاتی ہیں وہ ایک ہی مضمون کی، ایک ہی طرح کی اور بہت سے امور میں اتفاق کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ اس وقت اگر اس سے برعکس کوئی رؤیا آجائے تو یہ صاف پتا چلتا ہے کہ یہ اس کے نفس کی رؤیا ہے کیونکہ آسمان سے جو برکتوں کا نزول ہو رہا ہے اس کی روشنی میں تو رؤیا اور طرح کی دکھائی جا رہی ہیں۔ ایک اکیلا آدمی کوئی بدنصیبی کی رؤیا دیکھ لیتا ہے، کوئی غلط مضمون اس کو دکھایا جاتا ہے تو صاف پتا چلتا ہے کہ اس کے نفس کا تاثر ہے۔ حقیقت میں ان رؤیائے صادقہ کے خلاف اس رؤیا کو نہیں لیا جا سکتا جو کثرت سے دنیا میں دوسری جگہ لوگوں کو دکھائی جا رہی ہیں اور جب بھی ایسا ہو ہمیشہ یہ نتیجہ درست ثابت ہوتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اگر کوئی خاص فضل نازل فرمانا ہے تو مختلف ممالک کے احمدیوں کو ویسی ہی خوابیں آنے لگ جاتی ہیں اور موسم کے طور پر آتی ہیں۔ صاف پہچانی جاتی ہیں کہ یہ الٰہی خوابیں ہیں۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جن کو ہمیشہ ایک ہی طرح کی خوابیں اپنے نفس کے مطابق آتی رہتی ہیں۔ بعضوں کے نفوس ایسے ہیں جو خود ڈرے ہوئے ہیں اور ہر وقت ڈراتے رہتے ہیں۔ ان کو جب خواب آئے نحوست کی خواب ہی آتی ہے اور وہ لکھ لکھ کے مجھے ڈرانے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ مجھے کوئی ڈر نہیں آپ کی خوابوں کا۔ آپ نے جتنا ڈرنا ہے ڈرتے رہیں۔ بے شک ان میں کوئی حقیقت نہیں۔ یہ وہ خوابیں ہیں جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی بائیں طرف تھوک دیا کرو اور لاحول پڑھ کے سو جایا کرو کیونکہ جو عالمی مضمون ہے رؤیا کا وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگی رکھتا ہے اور رؤیا اپنی اندرونی صفائی، اپنے اندرونی نشانات سے صاف پہچانی جاتی ہے کہ الٰہی رؤیا ہے۔ ایک یہ بات ہے جو اس حدیث سے ضمناً ہم نے پائی یعنی زائد فائدے کے طور پر پائی۔

دوسری یہ کہ آنحضرت ﷺ نبی ہیں۔ عالم الغیب سے سب سے زیادہ تعلق آپؐ کا ہے لیکن اس کے باوجود آپؐ کے غلاموں سے بھی خدا ایسا تعلق رکھتا تھا کہ ان کو ایسی سچی خوابیں دکھاتا تھا کہ وہ مبشر بن کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور یہ مضمون کہ کسی اور شخص کو نبی کو خوشخبری دینے کے لئے چنا جائے یہ قرآن کی دوسری آیات سے بھی ثابت ہے۔ چنانچہ وہ جو

فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق آتا ہے کہ آپؑ کے پاس حاضر ہوئے اور ان فرشتوں کے متعلق بھی اور بعض دوسرے فرشتوں کے متعلق بھی یہ کہا جاتا ہے کہ دراصل وہ انسان تھے لیکن نیک اور بزرگ انسان تھے جن کو خدا تعالیٰ نے پیغام دیا اور وہ پیغام ان کے پاس امانت تھا۔ وہ لے کر وقت کے نبی کے پاس حاضر ہوئے کہ خدا نے ہمیں یہ پیغام بھیجا ہے اور یہ ہوسکتا ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ کے تعلق میں ہوسکتا ہے تو باقی انبیاءؑ کے تعلق میں تو ضرور ہوا ہوگا اس لئے وہ تفسیر لازماً غلط نہیں ہوسکتی۔ یہاں یہ مضمون ہے اور ایک اور جگہ اذان کے متعلق ہمیں پتا چلتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کے الفاظ بتائے گئے اور بعض صحابہؓ کو بھی بعینہٖ وہی الفاظ دکھائے گئے تو آنحضرت ﷺ ہر پیغام کو قبول نہیں فرمالیا کرتے تھے۔ اس کا جائزہ لیتے تھے اور اپنے نور فراست سے معلوم کرتے تھے کہ کیا یہ واقعۃً الٰہی پیغام ہے اور ایک آپ کا طریق یہ تھا کہ ایک دوسرے کی تائید ڈھونڈتے تھے۔ نبی کا تو اکیلا رؤیا سب دوسری خوابوں پر حاوی ہوتا ہے۔ اس کا اکیلے کا پیغام ساری دنیا کے لئے کافی ہے۔ مگر جب دوسرے بزرگ کوئی دعویٰ کریں کہ ہمیں خدا نے کچھ بتایا ہے تو ان کا اکیلا پیغام کافی نہیں۔ تب بھی بعض لوگ استخارہ کے جواب میں جب مجھے کہتے ہیں کہ جی ہمیں تو یہ خواب آئی ہے۔ میں ان سے کہتا ہوں تم کون سے نبی ہو کہ تمہاری ایک ہی خواب پر ہم اعتماد کر جائیں اور بزرگوں کو بھی دعا کے لئے لکھو سب کی جو مجموعی خوابیں تأثر پیدا کریں گی وہ درست فیصلہ ہوگا۔ ورنہ ایک آدھ آدمی پیٹ خراب ہوا سویا اس کو ڈراؤنا خواب آ گیا اس نے فوراً فیصلہ کرلیا کہ اب یہ شادی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ بالکل غلط طریق ہے اور بعض لوگ تو پھر ایسا کرتے ہیں کہ حکماً رشتے دار کو منع کر دیتے ہیں کہ رات میں نے یہ رؤیا دیکھی ہے خبردار ہے جو تم نے یہ شادی کی۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ خبردار ہے جو اس کی بات مانی۔ بالکل لغو بات ہے۔ دعا کرو، استخارہ کرو اور پھر اگر تمہیں خدا تعالیٰ روکتا نہیں ہے، اگر تمہارے دل میں خدا تعالیٰ خود گانٹھ نہیں ڈال دیتا اور لڑکا یا لڑکی نیک ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے اس فیصلے کو قبول کرو کہ نیکی کو تم نے ترجیح دینی ہے۔ کوئی اس کے اندر برائی نہیں دیکھتے۔ تم نے دعائیں کیں تو خدا نے تم کو نہیں روکا اس لئے ایک آدھ آدمی کو اگر کوئی منذر خواب بھی آ گئی ہے تو پرواہ نہ کرو جبکہ اس کے مقابل پر مبشر خوابیں بھی آ رہی ہوتی ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ جب مجھے ساری خوابیں لکھ کے بھیجتے ہیں استخاروں کے بعد تو عجیب منظر نظر آتا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں منذر ہے بالکل نہ کرو۔ بعض لوگ

کہتے ہیں مبشر ہے کرلو، کرلو۔اب سوال یہ ہے کہ کیا خوابوں سے اعتبار اٹھ جائے ۔ ہرگز نہیں ۔ان خوابوں کے مطالعہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ کس نوع کی خوابیں ہیں جو روحانی ہیں اور کس نوع کی خوابیں ہیں جو رد کرنے کے لائق ہیں اور یہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے کہ خوابوں کو پہچان سکے اور الگ الگ کر سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت عطا ہوتی ہے، ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو خدا نے کیسا عظیم ملکہ عطا فرمایا لیکن پہلے بچپن کے زمانے میں جب تک یہ ملکہ نہیں ملا تھا خود اپنے خواب کی تعبیر بھی نہیں کر سکے۔ بھائیوں کے ہاتھوں مار کھا گئے ۔تو یہ نعمت ہے جو ہبہ کے طور پر آسمان سے اترتی ہے اس لئے اس میں تکبر نہیں کرنا چاہئے ۔ جو بھی خدا کے فضل سے صاحب علم لوگ ہیں ان کی خدمت میں بھیجو اور کئی ایسے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رؤیا کا بہت اچھا علم عطا کیا ہوتا ہے صرف ایک شخص کی بات نہیں ہے۔ان سے بات کرو اور پھر عمومی فیصلہ کرو یہ تو میں اس سے استنباط کر کے آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔

مگر حضور اکرم ﷺ کا انکسار بھی تو دیکھیں۔جن پر وحی نازل ہوئی ہے، جن پر فرمایا کہ ہر روشن نشان عطا کر دیا گیا جس کو زمانے کی تقدیریں تبدیل کرنے کے راز عطا کر دیئے گئے کتنا منکسر المزاج نبیؐ تھا کہ اپنے غلاموں کی بات کو غور سے سنتا ہے۔کہتا ہے ہاں ہوسکتا ہے خدا نے تمہارے ذریعے مجھے پیغام بھیجا ہو لیکن میں چھان بین کرلوں اگر یہ علامتیں ملیں تو پھر مانوں گا۔ چنانچہ اس بارے میں آپ نے ان رؤیا کو قبول فرما لیا اور یہ فیصلہ دیا کہ آئندہ سے لَيْلَةُ الْقَدْرِ کو آخری سات دنوں میں تلاش کرو۔فرمایا نویں رات، یا ساتویں، یا پانچویں کیونکہ سات راتوں میں اکیس اور تئیس کی نکل جاتی ہے۔یہ پہلی تین کے اندر داخل ہو جاتی ہیں ۔ پہلے یہی خیال تھا کہ یہ بھی لَيْلَةُ الْقَدْرِ کی راتوں میں شامل ہیں مگر آنحضورؐ نے ان رویائے صادقہ کی روشنی میں جو دوسروں کو عطا ہوئیں اور آپؐ کو پیغام کے طور پر بھیجی گئیں یہ فیصلہ فرمایا کہ آئندہ سے پچیس، ستائیس اور انتیس کی راتوں میں لَيْلَةُ الْقَدْرِ کو تلاش کرو۔پچیس کی رات تو گزر چکی ہے لیکن دو راتیں ابھی باقی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک رات معین کیوں نہ بتا دی؟ آنحضرت ﷺ کو معین بتائی تھی ۔عبادہؓ بن صامت روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ باہر تشریف لائے کہ ہمیں

لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ کے بارے میں بتائیں کہ کون سی رات ہے اور کیا کرنا چاہئے۔ دو مسلمان آپس میں جھگڑنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا میں تو تمہیں شب قدر کے بارے میں بتانے آیا تھا لیکن ان کے آپس کے جھگڑے کی وجہ سے مجھ سے یہ علم اٹھالیا گیا۔

(بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب رفع معرفۃ لیلۃ القدر لتلاحی النّاس)

اب ایک اور سوال اٹھ جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اگر ایک خوشخبری عطا ہوئی تھی سب کو بتانے کے لئے تو لوگوں کے جھگڑے کی وجہ سے وہ واپس کیوں لے لی گئی؟ ایک خیر کے بدلے شر پیدا ہوگیا۔ مگر یہ درست نہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں ہوسکتا ہے اس میں تمہاری بھلائی ہو۔ پس وہ جو ایک رات بتائی گئی تھی وہ دراصل رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات کے لئے بتائی گئی تھی اور جہاں تک امت کا معاملہ ہے تقدیر یہی تھی کہ ان کو پتا نہ چلے کہ کونسی رات ہے اور بھلائی اِس میں وہی ہے جو ایک کہانی کی صورت میں ہمارے سامنے بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں ایک شخص مرنے لگا تو اس نے اپنے بچوں کو اکٹھا کیا اور نصیحت کی کہ دیکھو میں نے کھیت میں، جو جتنا بھی کھیت اس کے پاس تھا، اس کھیت میں میں نے ایک جگہ خزانہ دفن کیا ہے تو میرے مرنے کے بعد کھود کے تلاش کر لینا یہ نہ ہو کہ وہ دبا ہی رہ جائے۔ اس کے بعد انہوں نے کدالیں اٹھائیں اور اتنی محنت کی کہ اس ساری زمین کا چپہ چپہ کھود ڈالا اور کوئی خزانہ نہ ملا۔ تو ایک عقل والا راہ گیر تھا اس نے کہا یہ کیا کر رہے ہو، تم نے تو حشر کر دیا ہے زمین کا۔ انہوں نے کہا ہمارے ابا نے یہ کہا تھا مرتے مرتے کہ یہاں تمہارے لئے خزانہ دفن ہے۔ ہم نے تو ڈھونڈا ہمیں تو کچھ نہیں ملا۔ تو انہوں نے کہا یہی تو خزانہ ہے۔ تم نے اس زمین پر اتنی محنت کی ہے کہ اب جو کچھ بھی ڈالو گے وہ سونا اگائے گا۔ جو بیج ڈالو گے وہ سونا اگائے گا اور واقعۃً جب اس زمین کو انہوں نے کاشت کیا تو ایسی فصل حاصل ہوئی کہ کبھی خواب وخیال میں بھی نہیں تھی۔ تو آنحضرت ﷺ تو ہر رات ہی کو سجایا کرتے تھے آپؐ کو اگر وہ رات بتادی گئی تو یہ مطلب نہیں تھا کہ باقی راتوں میں آپؐ آرام فرمائیں اور کہیں کہ بس اسی رات کو جاگوں گا۔ ہم کمزوروں میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں جو ایک جمعہ کی انتظار میں سارا سال گزارتے ہیں اور اس کے بعد جمعوں سے بھی چھٹی، نمازوں سے بھی چھٹی۔ اگر ان کو رات بتادی جاتی تو رمضان کی راتیں بھی چھوڑ بیٹھتے۔ ایک رات کے لئے سارا دن سوتے اور پھر اس رات ساری رات جاگتے تو دین ایک مذاق بن جاتا۔ پس آنحضرت ﷺ جس

فائدے کا ذکر فرمارہے ہیں وہ یہ ہے کہ تمہیں خوب محنت کرنی پڑے گی۔ اگر تمہیں دس راتوں کی محنت کی توفیق نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے آخری سات راتوں کے اندر اس مضمون کو اکٹھا کر دیا ہے۔ یہ سات راتیں تو محنت کرلو۔ ان سات راتوں میں سے اب دو راتیں باقی ہیں۔ یعنی ایک رات نسبتاً آرام، مگر وہ بھی یہ نہیں ہے کہ تہجد چھوڑ دینا ہے اس رات۔ کوشش کریں اور نسبتاً آرام۔ مگر پھر دوسری رات جو طاق راتیں ہیں ایک ستائیس اور ایک انتیس کی۔ ان راتوں میں خوب محنت کریں اور وہی مانگیں جس کی نصیحت حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمائی ہے کہا **اللّٰھم انک عفو تحبّ العفو فاعف عنی** یہ دعا بہت عظیم دعا ہے اس دعا کی قبولیت کا نشان آپ کی بعد کی زندگی بنے گی۔ ایک تو یہ بات یاد رکھیں۔

دوسرے مختصراً میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ راتوں کو عبادت میں محنت کیا کرتے تھے اور دن کو خدمت خلق میں محنت کیا کرتے تھے۔ محض آپؐ کی راتیں نہیں جاگتی تھیں آپؐ کا دن بھی غیر معمولی طور پر جاگ جایا کرتا تھا۔ اتنا صدقہ وخیرات کرتے تھے اتنی غریب کی خدمت کرتے تھے کہ صحابہؓ حیران رہ جاتے تھے کہ اتنی محنت، اتنی مشقت جیسے آندھی چل پڑی ہو صدقہ وخیرات کی اور غریب پروری کی، یہ آپؐ کا دستور تھا۔ تو صرف راتوں کو نہ جاگیں آپ دن کو بھی یہ سوچیں کہ آپ کے گردوپیش میں کون غریب ہیں، کون محروم ہیں، کن کی خدمت سے خدا تعالیٰ آپ کی راتوں کی دعائیں قبول کرلے گا۔ پس یہ بھی وہ عمل ہے جس کے نتیجے میں آپ کی تقدیر کے فیصلے ہوں گے۔ آپ غریب کی حالت بدلنے کی کوشش کریں اللہ آپ کی حالت کو تبدیل فرمائے گا۔

اور آئندہ عید میں بھی میرا پیغام یاد رکھیں کہ آپ کی سچی عید تب ہوگی جب آپ غریبوں کی عید کریں گے۔ ان کے دکھوں کو اپنے ساتھ بانٹیں گے، ان کے گھر پہنچیں گے، ان کے حالات دیکھیں گے، ان کی غریبانہ زندگی پر ہوسکتا ہے آپ کی آنکھوں سے کچھ رحمت کے آنسو برسیں۔ کیا بعید ہے کہ وہی رحمت کے آنسو آپ کے لئے ہمیشہ کی زندگی سنوارنے کا موجب بن جائیں۔ ہوسکتا ہے آپ کو پہلے علم نہ ہو کہ غربت کیا ہے اس وقت پتا چلے اور آپ کے اندر ایک عجیب انقلاب پیدا ہو جائے۔ پس لَیْلَةُ الْقَدْرِ کا صرف رات سے تعلق نہیں ہے۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ کا دنوں سے بھی تعلق ہے اور آنحضرت ﷺ کے متعلق ثابت ہے کہ راتوں کی عبادتیں غیر معمولی شان کے ساتھ بڑھ

جایا کرتی تھیں اور دنوں کی غریبوں کی خدمتیں ایسا رنگ اختیار کر لیتی تھیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں یوں لگتا تھا کہ ایک تیز رفتار ہوا میں اور بھی تیزی آ گئی ہو اور ایک جھکڑ بن جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں آنحضرت ﷺ کے دنوں اور آپؐ کی راتوں کی پیروی کی توفیق بخشے اسی میں ہمارا مقدر سنورے گا ان مبارک دنوں اور ان مبارک راتوں کی پیروی جو محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک دن اور مبارک راتیں تھیں یہی ہیں جو ہماری زندگی کے اسّی (80) برس سنوار سکتے ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین